السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

پڑوس اور راستوں کے احکام

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

فقہائے کرام نے کتب فقہ میں پڑوسیوں اور راستوں کے احکام تفصیل سے بیان کیے ہیں کیونکہ اس موضوع کی بہت اہمیت اور ضرورت ہے۔

عام طور پر پڑوسیوں کے درمیان مسائل اور الجھنیں پیدا ہوجاتی ہیں جن کا حل اور علاج نہایت ضروری ہے تاکہ اختلافات کے نتیجے میں عداوت ونزاع تک نوبت نہ پہنچنے پائے۔اس کے حل کےلیے جو متعدد اصول وضوابط ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

1۔عدل وانصاف کو پیش نظر رکھ کر ان میں صلح کرادی جائے۔

2۔اگر کسی کو اپنے پڑوسی کی زمین کے ساتھ ساتھ یا اس کی سطح پر پانی چلانے اور جاری کرنے کی ضرورت ہو تو اس بارے میں کسی معاوضے پر دونوں صلح کرلیں تو جائز ہے کیونکہ ضرورت اس کی متقاضی ہے۔اگر یہ معاوضہ کسی فائدے کے مقابلے میں ہے جبکہ صاحب زمین کی ملکیت برقرار رہے تو یہ عقد "اجارہ" کے حکم میں ہے اور اگر صاحب زمین کی ملکیت ختم ہوگئی تو یہ بیع کی صورت ہوگی۔

3۔اگر کسی کو اپنے پڑوسی کی زمین میں سے گزرگاہ کی ضرورت ہو تو وہ پڑوسی سے صلح کرلے یا راستے کی ضرورت کے مطابق جگہ خریدلے،دونوں طرح جائز ہے کیونکہ ضرورت وحاجت اسی کی متقاضی ہے۔مالک زمین کےلیے لائق نہیں کہ وہ اپنے پڑوسی کو گزرگاہ کے استعمال سے منع کرے یا اس کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھائے یا اسے اس کے فائدے سے محروم کردے۔

4۔اگر درخت کی کوئی شاخ بڑھ کر پڑوسی کی زمین پر اس کی فضا میں چلی گئی تو درخت کے مالک کو چاہیے کہ اسے کاٹ دے یا اپنی زمین کی طرف موڑلے تاکہ پڑوسی کی زمین کی جگہ یا فضا خالی اور صاف رہے۔اگر شاخ کا مالک ایسا کرنے سے انکار کردے تو مالک زمین خود ہی اسے ختم کرسکتا ہے کیونکہ وہ حملہ آور سے مشابہ ہے جسے کم سے کم نقصان پہنچانے والے طریقے سے ہٹانا اس کا حق ہے،البتہ اگر دونوں ہی شاخ کو اسی حالت میں قائم رکھنے پر صلح کرلیں تو جائز ہے،خواہ یہ صلح صحیح قول کے مطابق بامعاوضہ ہو یا شاخ کا پھل باہم تقسیم کرنے پر ہو،دونوں طرح درست ہے۔

5۔اگر پڑوسی کی زمین میں درخت کی جڑ چلی گئی تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو شاخ والا تھا جس کا بیان اوپر گزرچکا ہے۔

6۔کسی کےلیے جائز نہیں کہ وہ اپنی ملکیت کی زمین یا مکان وغیرہ میں ایسی تبدیلی کرے جو اس کے پڑوسی کےلیے تکلیف یا نقصان کا باعث ہو،مثلاً:حمام بنانا یا تنور لگانا یا قہوہ خانہ بنانا یا کارخانہ وفیکٹری لگانا،جس کی حرکت یا آواز باعث تکلیف ہو،یا روشن دان یا کھڑکی کھولنا جس کے ذریعے سے پڑوسی کے گھر نظر پڑسکتی ہو وغیرہ۔

7۔کسی کے گھر کی وہ دیوار جو اس کے اور اس کے پڑوسی کے درمیان مشترک ہے،اس میں پڑوسی کی اجازت کے بغیر کھڑکی کھولنا یا بڑی میخ ٹھونکنا ناجائز ہے۔اسی طرح مشترک دیوار پر یا پڑوسی کی ملکیتی دیوار پر بلاضرورت لکڑی رکھنا یا کوئی اور بھاری بھرکم شے رکھنا جائز نہیں۔البتہ اگر چھت ڈالنے کی خاطر شہتیر وغیرہ رکھنا ہو جس کا وزن دیوار اٹھا سکے تو اس میں پڑوسی کو رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہیے۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا يَمْنَعْ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ"

"کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار لکڑی رکھنے سے نہ روکے۔"[1]

اس حدیث کو بیان کرکے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے:"تعجب ہے کہ میں تمھیں دیکھ رہا ہوں کہ تم (اس حکم کو ماننے سے) گریز کررہے ہو،اللہ کی قسم!میں ضرور اس کو تمہارے کندھوں کے درمیان ماروں گا۔"[2]

اس روایت سے ثابت ہوا کہ کسی کے لائق نہیں کہ وہ اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے منع کرے۔اگر کوئی رکاوٹ بنے تو حاکم اس پر زبردستی بھی کرسکتا ہے کیونکہ پڑوسی کو یہ حق شرعاً حاصل ہے۔

راستوں سے متعلق اہم شرعی احکام یہ ہیں:

1۔ راستوں کے سلسلے میں مسلمانوں کو تنگ کرنا جائز نہیں بلکہ ضروری ہے کہ راستوں کو کھلا رکھا جائے اور تکلیف دہ چیز کو دور کیا جائے کیونکہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق یہ عمل ایمان کا حصہ ہے۔

2۔ کسی کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ اپنی ملکیت کی جگہ میں ردوبدل کر کے راستے کو تنگ کرے، مثلاً: راستے کے اوپر چھت ڈال دے تاکہ سوار یا بوجھ اٹھانے والے وہاں سے گزر نہ سکیں یا راستے میں بیٹھنے کے لیے کوئی چبوترہ بنالے۔

3۔ اسی طرح راستے میں جانور باندھنا یا گزرگاہ میں گاڑی گاڑی کھڑی کرنا جائز نہیں کیونکہ اس سے راستہ تنگ ہوتا ہے، نیز یہ چیز حادثات کا سبب بنتی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی عمارت کا کوئی حصہ مسلمانوں کی گزرگاہوں کی طرف باہر نکالے حتیٰ کہ دیوار کو سیمنٹ کرنا بھی جائز نہیں مگر اس صورت میں جائز ہے کہ دیوار کو اپنی حدود میں اتنا اندر کی طرف بنایا جائے جتنی سیمنٹ کی تہہ کی موٹائی ہے۔"[3]

4۔ راستے میں کوئی پودا لگانا یا عمارت کھڑی کرنا، گڑھا کھودنا، ایندھن کا ڈھیر لگانا، جانور ذبح کرنا، کوڑا کرکٹ یا راکھ وغیرہ پھینکنا جو گزرنے والوں کے لیے پریشانی اور تکلیف کا باعث ہو، ممنوع ہے۔

شہر کی بلدیہ کے ذمے داروں پر لازم ہے کہ لوگوں کو مذکورہ اشیاء راستوں میں پھینکنے سے روکیں جو باز نہ آئے اسے سخت سزا دیں کیونکہ اس کے بارے میں لوگ نہایت سستی اور کوتاہی کر جاتے ہیں۔اپنے فوائد کے حصول کی خاطر راستے تنگ کرتے ہیں، گاڑیاں کھڑی کرتے ہیں، عمارت کے لیے اینٹیں، لوہا، سیمنٹ وغیرہ راستوں میں ڈال دیتے ہیں۔ گڑھے کھودتے ہیں بلکہ بعض لوگ سڑکوں، بازاروں اور گلیوں میں تکلیف دہ اور بے کار اشیاء نجاستیں اور کوڑا کرکٹ وغیرہ پھینک دیتے ہیں اور اس بات کو قطعاً پروا نہیں کرتے کہ اس سے مسلمانوں کو تکلیف ہوگی، حالانکہ یہ سراسر حرام اور ناجائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ٥٨ ... سورۃ الاحزاب

"جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد ہوا، وہ (بڑے ہی) بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔"[4]

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ"

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"[5]

نیز فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ"

"ایمان کے ستر سے کچھ زیادہ شعبے ہیں جن میں سب سے افضل واعلیٰ "لا الٰہ الا اللہ" کہنا ہے اور سب سے ادنیٰ درجہ، راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے۔ اور حیا بھی ایمان کا ایک حصہ (شعبہ) ہے۔"[6]

علاوہ ازیں اور بھی بہت سی روایات ہیں جو مسلمانوں کے حقوق کا احترام کرنے کی رغبت دلاتی ہیں اور انھیں تکلیف دینے سے روکتی ہیں۔ مسلمانوں کے لیے سب سے بڑھ کر تکلیف دہ صورت یہ ہے کہ ان کے عام راستے بند یا تنگ کیے جائیں اور ان میں رکاوٹیں کھڑی کر دی جائیں کہ لوگوں کا گزرنا مشکل ہو جائے۔

شفعہ کے احکام

شفعۃ شفع سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی "جفت" کے ہیں۔ چونکہ شفعہ کرنے والا بیعہ کو جو کہ منفرد تھا، شفعہ کے ذریعے سے اپنی ملکیت میں ملاتا ہے، چنانچہ اسے شفعہ کہا جاتا ہے۔

شفعہ سنت صحیحہ سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے شفعے کے ذریعے سے فساد و نقصان کا وہ دروازہ بند کیا ہے جو شراکت سے تعلق رکھتا ہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بندوں کی مصلحتوں کے بارے میں اسلامی شریعت کی خوبیوں اور اس کے عدل وانصاف پر مبنی قوانین میں سے ایک چیز شفعہ بھی ہے۔ شارع علیہ السلام کے احکامات کی حکمت کا تقاضا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مکلفین شرع کا نقصان نہ ہو جبکہ شراکت عموماً نقصان ہی کا باعث بنتی ہے۔ شریعت نے اس نقصان کو کبھی تقسیم سے اور کبھی شفعے سے ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور واضح کیا ہے کہ اگر کوئی شخص مشترک چیز میں سے اپنا حصہ فروخت کر کے قیمت لینا چاہتا ہے تو اجنبی شخص کی نسبت اس کا شریک (وہ حصہ خریدنے کا) زیادہ حقدار ہے۔

اس طرح وہ اپنے شریک کو ضرر سے بچا سکتا ہے اس میں بائع کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ وہ اپنا حق قیمت کی صورت میں وصول کر رہا ہے۔ شفعہ عدل وانصاف کی عظیم اور بہترین شکل ہے۔ انسانی عقل وفطرت کے عین مطابق ہے اور بندوں کی مصلحتوں کے موافق ہے۔"[7]

شیخ موصوف کی عبارت سے واضح ہوا کہ حیلہ جوئی کر کے کسی کو حق شفعہ سے محروم کرنا شارع علیہ السلام کی مطلوب حکمتوں کی مخالفت ہے بلکہ ان کے اعلیٰ مقاصد کو نقصان پہنچانا ہے۔

(1)۔ عربوں کے ہاں عہد جاہلیت میں شفعہ معروف ومشہور امر تھا۔ اگر کوئی شخص اپنا گھر یا باغ فروخت کرنا چاہتا تو اس کے پاس اس کا پڑوسی یا شریک آتا اور فروخت ہونے والے حصے کو اپنے حصے میں شامل کرنے کے لیے

خریدار بنتا اور اس کی خریداری میں خود کو دوسروں سے زیادہ حقدار قرار دیتا۔ اس کا نام شفعہ تھا۔ شفعے کا مطالبہ کرنے والے کو (شفیع یا) شافع کہا جاتا ہے۔

(2)۔ فقہائے اسلام کی اصطلاح میں شفعے کا مفہوم یہ ہے کہ "ایک شخص نے مشترکہ چیز میں سے اپنا حصہ فروخت کر دیا تو دوسرے شریک کا یہ حق ہے کہ وہ چیز جس کے قبضے میں چلی گئی ہے اسے اتنی ہی قیمت ادا کر کے اس سے وہ چیز حاصل کر لے۔"

(3)۔ اگر مشترک چیز کا ایک حصہ شریک کے علاوہ کسی اجنبی شخص نے خرید لیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ حصہ شافع (شفعے کا مطالبہ کرنے والے) کو قیمت خرید و فروخت کر دے کیونکہ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالشفعۃ فی کل مالم یقسم، فإذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعۃ"

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ یہ ہے کہ ہر اس چیز میں شفعے کا حق ہے جو تقسیم نہ ہوئی ہو۔ اگر حدود متعین ہو جائیں اور راستے الگ الگ ہو جائیں تو شفعے کا حق باقی نہیں رہتا۔"[8]

حدیث مذکورہ شریک کے حق میں شفعے کو ثابت کرتی ہے۔ شفعہ ان چیزوں میں ثابت ہوتا ہے جو تقسیم ہو سکیں، مثلاً: زمین، پلاٹ، باغ وغیرہ۔ اگر چیز تقسیم کے قابل نہیں جیسا کہ گھر کا سامان، حیوان وغیرہ تو ان میں شفعہ نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَبِيعَ حَتَّى يُؤْذِنَ شَرِيكَهُ"

"کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے شریک کو اطلاع دیے بغیر (مشترک شے) فروخت کرے۔"[9]

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کسی بھی شخص کے لیے حرام ہے کہ وہ مشترک شے اپنے شریک کو اطلاع دیے بغیر فروخت کرے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو شفیع خریدنے کا زیادہ حقدار ہے۔ اگر شفیع کو بوقت بیع اطلاع کر دی گئی لیکن اس نے کہا کہ مجھے اس چیز کو ضرورت نہیں تو بعد از بیع وہ حق شفعہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ یہی حکمت شرعیہ کا تقاضا ہے جس کا کوئی معارض نہیں اور یہی بات درست ہے۔"[10]

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ کہا ہے بعض علماء کی یہی رائے ہے، البتہ جمہور علماء کے نزدیک شفیع کا حق شفعہ بیع کی اجازت دینے سے ساقط نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔

4۔ شفعہ شرعی حق ہے جس کا احترام واجب ہے اور اسے حیلہ سازی سے ساقط کرانا حرام ہے کیونکہ اس کا مقصد شریک کو ضرور نقصان سے بچانا ہے جبکہ شفعے کو ساقط کرنے کے لیے حیلہ سازی اس کے جائز حق پر تعدی اور ظلم ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کسی مسلمان کا حق شفعہ وغیرہ ساقط کرنے کے لیے حیلہ سازی کرنا حرام ہے۔"[11]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"لَا تَرْتَكِبُوا مَا ارْتَكَبَتِ الْيَهُودُ، فَتَسْتَحِلُّوا مَحَارِمَ اللَّهِ بِأَدْنَى الْحِيَلِ"

"ان اعمال کا ارتکاب نہ کرو جن کا ارتکاب یہودیوں نے کیا، کہ تم مختلف حیلوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کا حلال قرار دینے لگو۔"[12]

5۔ حق شفعہ کو ساقط کرنے کا ایک حیلہ یہ ہے کہ کوئی یہ ظاہر کرے کہ اس نے فلاں کو اپنا حصہ ہبہ کر دیا ہے جبکہ حقیقت میں اسے فروخت کیا ہو۔ اسی طرح اسقاط شفعہ کی ایک اور صورت یہ ہے کہ چیز کی قیمت بظاہر اس قدر بڑھا دی جائے کہ شریک کی قوت خرید سے باہر ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حق شفعہ کو ختم کرنے کے لیے حیلہ کرنا ناجائز ہے۔ الفاظ کی تبدیلی سے معاملے کی حقیقت تبدیل نہیں ہو جاتی۔"[13]

6۔ شفعہ غیر منقسم زمین میں ہوتا ہے۔ اس زمین کے پودے، گھاس اور وہاں موجود عمارت وغیرہ اشیاء بھی شفعے میں شامل ہوں گی۔ اگر زمین کی تقسیم ہو گئی لیکن پڑوسیوں کے درمیان مرافق مشترک رہیں، مثلاً: راستہ، پانی وغیرہ تو صحیح قول کے مطابق حق شفعہ موجود رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل حدیث کا یہی مفہوم ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

"فإذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعۃ"

"جب حدود متعین ہو جائیں اور راستے الگ الگ ہو جائیں تو شفعے کا حق باقی نہیں رہتا۔"[14]

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جب حدود واقع ہو جائیں لیکن راستے مختلف نہ ہوں تو شفعہ کا حق باقی ہے۔ امام احمد، ابن قیم اور تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے یہی رائے درست قرار دی ہے۔[15]

شیخ تقی الدین فرماتے ہیں: پڑوس کا شفعہ حقوق میں شراکت کی بنا پر ثابت ہو جاتا ہے، جیسے پانی یا راستہ وغیرہ ایک ہو۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کیا ہے اور ابن عقیل اور ابو محمد نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ امام حارثی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مختلف احادیث جمع کرنے سے یہی خلاصہ نکلتا ہے، نیز صرف پڑوس کی وجہ سے شفعہ نہیں کیا جا سکتا الا یہ کہ جب راستہ وغیرہ مشترک ہو کیونکہ شفعہ تو ضرر رفع کرنے کے لیے ہوتا ہے اور ضرر اکثر کسی ملکیتی چیز میں اشتراک کی بنا پر یا راستے وغیرہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

7۔ اگر تشفیع کو بیع کا علم ہو تو فوراً شفعے کا مطالبہ کرنے سے اس کا حق ثابت اور قائم رہے گا، اور اگر وہ شفعے کا مطالبہ نہیں کرتا تو اس کا حق شفعہ ساقط ہو جائے گا۔ اگر اسے بیع کا علم نہ ہو تو اس کا حق شفعہ قائم رہے گا اگرچہ کئی برس گزر جائیں۔

ابن ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "علماء کا اتفاق ہے کہ صاحب حق اگر غائب ہے تو وہ جب بھی آئے گا اسے شفعے کے مطالبے کا حق حاصل ہو گا۔"

شریکوں کے شفعے کا حق ان کے حصوں کے مطابق ہو گا۔ اگر ایک شریک شفعے کے مطالبے سے دست بردار ہو جائے تو دوسرا شریک وہ پوری جائیداد خریدے یا پوری چھوڑ دے کیونکہ کچھ حصہ لینے میں مشتری کا نقصان ہے۔ اور ایک شخص کے نقصان کے ازالے کے لیے دوسرے کو نقصان پہنچانا درست نہیں۔

---

[1]۔ صحیح البخاری المظالم باب لایمنع جارجارہ ان یغرز خشبۃ فی جدارہ حدیث 2463 وصحیح مسلم المساقاۃ باب غرز الخشبہ فی جدار الجار حدیث 1609۔

[2]۔ صحیح البخاری المظالم باب لایمنع جارجارہ ان یغرز خشبۃ فی جدارہ حدیث 2463۔ وصحیح مسلم المساقاۃ باب غرز الخشبۃ فی جدار الجار حدیث 1609۔

[3]۔ مجموع الفتاویٰ 30/10۔

[4]۔ الاحزاب 33/58۔

[5]۔ صحیح البخاری الایمان باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ حدیث 10۔

[6]۔ صحیح مسلم الایمان باب بیان عدد شعب الایمان ۔۔۔ حدیث 35۔

[7]۔ اعلام الموقعین 2/123۔

[8]۔ صحیح البخاری الشفعۃ باب الشفعۃ فیما لم یقسم ۔۔۔ حدیث 2257 ومسند احمد 3/296،399۔

[9]۔ صحیح مسلم المساقاۃ باب الشفعۃ حدیث 1608۔

[10]۔ اعلام الموقعین 2/123۔

[11]۔ اعلام الموقعین 3/260۔

[12]۔ تفسیر ابن کثیر الاعراف 7/163۔

[13]۔ مجموع الفتاویٰ لشیخ الاسلام ابن تیمیہ: 30/386۔

[14]۔ صحیح البخاری الشفعۃ باب الشفعۃ فیما لم یقسم ۔۔۔ حدیث 2257

[15]۔ اعلام الموقعین: 2/132۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہی احکام ومسائل

کتاب البیوع : جلد 02 : صفحہ 95